© rasailojaraid.com

اقبال اور نظریۂ سعی و عمل

(۲)

از جناب مولوی شیخ وحید احمد صاحب رئیس شیخوپورہ بداؤں

مآل کی تشریح کی جا چکی ہے۔ اس کا آغاز بجائے خود مہتم بالشان ہے۔

یہ کل کائنات وجودِ مطلق کی خودنمائی یا ارادۂ الٰہی کی قدرتِ کاملہ کا ایک نمونہ ہے۔ ارادۂ الٰہی نے لفظ "کُن" کہکر جنبش کی اور یہ جنبش خودبخود محرک ہوگئی۔ مختلف جنبشوں کی اور سلسلۂ لامتناہی وجود میں آگیا۔ جنبش مابعد نہ مولود ہے اور نہ جز، بلکہ بذاتِ خود ایک نتیجۂ نسبتی ہے۔ ارادۂ الٰہی نے حرکت کی اس کی تشخیص کا اثر معلوماتِ الٰہی کے نام سے موسوم ہوا اور ان کی حرکت سے دوسری حرکتوں کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ اگر تحریک نہ ہوتی تو معلوماتِ الٰہی کا وجود کیسے ہوتا اور وہ تعمیلِ حکم کیسے کرتے۔

اسی طرح عالمِ امر سے عالمِ خلق تک جملہ منازل حرکتِ اولیٰ کی جنبش کے سلسلے ہیں۔ جن کی عینیت ان کی غیریت میں مخفی ہے۔ ذاتِ واجب تعالیٰ، وحدتِ مطلقہ ہے جس کو "لا بشرطِ شی" سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے لئے ہونے اور نہ ہونے کی قید نہیں۔ اور چونکہ وہ ہر شے سے بے نیاز ہے اس لئے وہ غنیِ مطلق بھی ہے۔ یہ احدیتِ ذات صرف تصور میں باعتبارِ ذہن خیال کی جاتی ہے اس لئے اعتباری ہے۔

جب احدیت نے وحدت میں تنزل فرمایا یا بہ اصطلاح اصولِ حرکت، احدیت وحدت کا باعث بنی تو یہ حرکت قیدِ سلبی میں آگئی۔ قیدِ سلبی کے لئے وجود کی ضرورت نہیں۔ واحدیت صرف اعتبارِ ذہنی اور مصنوعاتِ عقلی سے سمجھی جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کا امتیاز بھی ممکن نہیں ہوتا۔ یہی واحدیت،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعینِ اول نور محمدی۔ قلم۔ یا فکر کے مختلف ناموں سے موسوم ہے۔

تعین دوم کو ملکوتی کہتے ہیں۔ اس حرکت میں ماہیات کی وجہ سے امتیاز نمایاں ہے مگر صورت و شکل کا پتہ نہیں۔

تیسرا مرتبہ برزخ یا عالمِ مثال کے نام سے مشہور ہے یہاں صورت و شکل بھی پائی جاتی ہے لیکن تغیراتِ جسمانی نہیں ہوتے۔

چوتھا درجہ عالمِ شہادت یا ناسوت کہلاتا ہے جہاں صورت و شکل کے ساتھ تغیر جسمانی بھی دکھائی دیتا ہے اور یہ عالم جسمانیاتِ متغیر ہونے کی وجہ سے حرکت کو مادی شکل میں پیش کرتا ہے۔

جب یہ مادی حرکت شکل پنجم میں جلوہ نمائی کرتی ہے تو ظہور انسانِ کامل کی شبیہ اختیار کر لیتی ہے جو کل عوالمِ اعلیٰ کی مظہر ہے۔

عالم غیب یا عالمِ امر عقول و نفوس و ارواح کا مقام ہے اور عالمِ شہادت یا عالمِ خلق مادہ و مدت کی جگہ ہے لہذا قید زمان و مکان میں مبتلا ہے۔

بہر حال ان سب حرکاتِ ارتقائی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حرکت اولیٰ کی سلسلہ جنبانی سے ایک مسلسل لرزش وجود میں آگئی جس کو خلقت کہا گیا۔

ذاتِ مطلق اگر حرکت اولیٰ ہے تو تعینِ اول کو حرکت ثانی ہی کہا جا سکتا ہے۔ حرکت اولیٰ اور حرکاتِ مابعد کا تعلق بوئے شرک سے پاک ہے اور توحید کے منافی نہیں کہا جا سکتا۔ جس طرح چراغ سے چراغ جلتا ہے اور کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح توحید میں نقص کا شبہ نہیں کیا جا سکتا مگر چراغ کی مثال میں دوئی نمایاں ہے لیکن حرکت سے جب حرکت وجود میں آتی ہے تو اس میں دوئی، تقسیم۔ تفریق یا تولید کا گمان بھی نہیں گذرتا۔ لہذا توحیدِ خالص سے جب مختلف توحیدیں ظہور میں آتی ہیں تو توحید کے مکمل و خالص ہونے میں بھی بدرجہ اولیٰ ذرا فرق نہیں آتا۔ فلسفۂ قدیم نے اس حقیقت کو یوں ظاہر کیا ہے کہ وجودِ ذات ہر شے میں جاری و ساری ہے۔ فلسفۂ جدید بزبانِ اقبال یوں بیان کرتا ہے کہ حرکت مسلسل کا نام وجود ہے۔ طریقۂ اظہار یہ ہو یا وہ ہو مگر وحدت الوجود دونوں طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہے۔ تخیئل قدیم میں غیریت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور اسی غیریت کی جھلک نے توحید کے تصور کو منتشر و پراگندہ کر کے بحث کے ہزاروں دروازے کھولدیئے۔ فلسفۂ جدید نے حرکت کی مثال دیکر نہ صرف غیریت کو معدوم کردیا بلکہ عینیت کو برملا اور بے لاگ دکھادیا۔

حرکتِ اولیٰ یا لا فانی وجود کا اگر علم نہ ہوتا تو اس کو تسلیم کرنے والا کون تھا۔ وجود کی شناخت علم سے ہوئی۔ لہذا وحدت الوجود کے فلاسفہ نے تمامتر توجہ علم کی طرف منعطف کردی اور قعرِ سمندر سے دُرِ بے بہا نکالکر دکھادیا۔ یہ کوشش بجائے خود قابل آفریں ہے لیکن اگر ارادہ الٰہی جنبش نہ کرتا تو یہ علم کہاں ہوتا۔ بعض علمار نے اس حقیقت کے پہلو پر بھی غور کیا لیکن وہ سبب و نتیجہ اور علت و معلول کی بھول بھلیوں میں گرفتار ہو کر مبدار سے بے نیاز ہو گئے اور منکرینِ خدا کہلائے۔ جنھوں نے علم کے ذریعہ وجود کا پتہ لگایا تھا انھوں نے علت و معلول کے معتقدین کو سمجھایا تو وہ علت العلل کے قائل ہو گئے مگر پھر وہ اس استدلال میں ایسے کھوئے گئے کہ مقصود و نتیجہ پر پہنچنے کے بجائے کہیں سے کہیں نکل گئے۔

ارادہ ایک حرکتِ عمل ہے جو ذات بے ہمتا سے ظہور میں آئی اس حرکتِ یقینی کی صفت و شان ہے: امر و خلق، حرکتِ امر لا مکانی و لا زمانی ہے جو حرکتِ خلق کی صورت اختیار کرنے پر مکانی و زمانی بن گئی۔ وجودِ حرکت ہر جگہ اور ہر تغیر میں ایک ہی ہے۔ "صاحبِ ارادہ" جل شانہٗ کے تمام صفات و شیون میں (جن کی تشریح قرآن پاک نے کی ہے اور جن کی تفصیل فلسفۂ وحدت الوجود نے بتائی ہے) قوتِ ارادہ اور قوتِ امری فوقیت و امتیاز رکھتی ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ارادہ و امر میں حرکت پائی جاتی ہے لہذا ذاتِ مطلق خصوصیت کے ساتھ متصف بہ حرکت ہے۔ اس ذاتِ مطلق کو حرکتِ مطلق یا حرکتِ اولیٰ کہنے میں کسی قسم کا کفر و شرک نہیں بلکہ توحیدِ خالص کا واضح اظہار ہے۔ اس صورت میں سورۂ اخلاص کی، بغیر کسی ابہام کے اس سے بہتر اور کیا تشریح ہو سکتی ہے۔

یہ انائے مطلق علم و عمل۔ حیات و ادراک کی تحریک اولیٰ ہے اپنی فطرت کے لحاظ سے حیّ و قیوم ہے۔ ماہیت کے لحاظ سے روح ہے اور حرکت۔ اس کی احدیت لامتناہی اور غیر محدود ہونے کی وجہ سے زمان و مکان سے اعلیٰ ہے۔ ھو اللہ احد۔ احدیت ایک نقطہ ہے جس کا نام ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر نشان نہیں۔ ایک سرچشمہ ہے جس میں عمق ہے مگر گھیر اور پھیلاؤ نہیں۔ اس نقطہ و سرچشمہ سے تمام حیات اور خودیوں کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اور اس شان کے ساتھ کہ خود جملہ سلسلوں سے بے نیاز ہے اور علیحدہ۔ منہ سے نکلنے والی مسلسل آواز کے حلقے ایک دوسرے سے غیر متعلق بھی ہوتے ہیں اور ایک نسبتِ مشترک بھی رکھتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک حلقہ دوسرے حلقہ کے اندر سے گذر کر آگے نہ بڑھے۔ اللہ الصمد۔ یہی صمدیت ہے اور اسی سے یہ ثابت ہے کہ اس کی شان لم یلد ولم یولد ہے۔ ارادۂ امر خلق انھیں اوصاف کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ وہ خود غیر محدود۔ لاتناہی اور مختار ہے اور اسی کی حرکت سے ایک مسلسل حرکت جاری ہوئی ہے جو ہمیں بصورتِ خلق مبتلائے زمان و مکان دکھائی دیتی ہے۔

ذاتِ مطلق کو حرکتِ مطلق سے متصف کرنے کا پورا لطف و ذوق وہی اہلِ علم اٹھا سکتے ہیں جن کو نیوٹن کے "قوانین حرکت" پر عبور ہے۔ بیں بہ خیال طوالت اس ضروری تشریح کو فی الحال نظر انداز کرتا ہوں۔

روح امرِ ربی ہے اور امر، ذات سے جدا اور مختلف نہیں۔ لہذا روح میں صفاتِ رب ضرور ہونا چاہئیں۔ آمریت کی شان اگر روح میں نہ پائی جائے تو اس روح کو روح نہیں کہا جا سکتا۔ ذاتِ مطلق اور حرکتِ اولیٰ میں آزادی و مختاری مسلم ہے۔ چنانچہ ہر شے ایک قاعدہ پر ہے ہر اصول میں جدت ہے اور ہر قانون میں استثنیٰ ہے۔ کبھی اضداد سے محبت کی بو آتی ہے۔ کبھی اتحاد میں منافرت نظر آتی ہے۔ انائے مطلق کی یہی شانِ آمریت ہے۔ انائے مقید میں بھی حسب استعداد اسی قسم کی شانِ امریت کا ظہور لازمی و ضروری ہے۔ جب اس صورت سے سلسلۂ خودی جاری ہو گیا تو تغیر و بقا اس کا یقینی حق ہے۔ قرآن پاک بھی اسی آمریت سے پیدا ہونے والی بقاء کی ترغیب دیتا ہے اور اس بقاء کے حصول کے لئے مسلسل و متواتر جدوجہدِ صحیح لازمی ہے۔ نت نئی ترقی کرنے والی خودیٔ مقید کا مقدر یقینی بقائے دوام ہے۔

اللہ جل شانہ نے جب اس خاک کے پتلے میں اپنا امر شامل کر دیا تو آثارِ حیات نمودار ہو گئے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیونِ خداوندی کا وہ حامل ہوگیا۔ وہ امرو تخلیق کا مکمل ترین نمونہ کہلایا۔ اشرف المخلوقات کا خطاب ملا۔ خودی سے مزین ہوا اور اس کی بنا پر بارِ امانت کی حامی بھرنے کے بعد خلیفۃ اللہ فی الارض کے لقب سے ممتاز و مشخص ہوا۔

جملہ اشیاء نے جس بارِ امانت کو قبول کرنے سے کانوں پر ہاتھ رکھے اور جس کو آمریت کا حامل ہونے کی وجہ سے ظالم و جاہل مگر صاحبِ خودی انسان نے اٹھالیا وہ بارِ امانت تھا کیا؟ اس کو عشق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نئی اصطلاح میں خودیِ مطلق سے خودیٔ مقید کی نسبت کو قایم واستوار رکھنے کا نام بارِ امانت ہے اور غالباً عشق کی تعریف بھی یہی ہے۔ یہ نسبتِ مشترک یقیناً امرو روح کی پیدا کردہ ہے۔ حرکتِ مقید اگر حرکتِ مطلق سے محبت و نسبت قائم رکھے گی تو اس کو تخلقو باخلاق اللہ کا عامل سمجھا جائے گا۔ ورنہ غلط استعمال پر نتیجہ بھگتنا پڑے گا تا آنکہ نسبتِ صحیح حاصل ہوجائے۔ اور نسبتِ صحیح کے ذریعہ اپنے وجود کی بقا سے لافانی وجود کا مسلسل کلمہ پڑھا جائے۔ اس ذوقِ دید میں خاتمے کا تصور توہینِ خداوندی ہے اور بس۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین کتاب

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

کا اردو ترجمہ:۔ اصل کتاب کی اہمیت کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ کا نام نامی کافی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس کتاب میں قرآن مجید کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے یہ کتاب حقیقت میں کلامِ الٰہی کی تفسیر صحیح کے لئے ایک کنجی کا کام دیتی ہے چنانچہ خود شاہ صاحبؒ اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں" جب اس فقیر پر کتاب اللہ کے سمجھنے کا دروازہ کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کے سمجھنے میں دوستوں کے لئے کارآمد ہوسکتے ہیں انھیں ایک رسالہ میں منضبط کردوں۔ ان قواعد کو سمجھ لینے سے ایک وسیع شاہراہ "کتاب اللہ" کے سمجھنے میں کھل جائے گی"۔ کتاب کا ترجمہ ہماری زبان کے مشہور مترجم رشید احمد صاحب انصاری مرحوم نے کیا ہے۔ قیمت ۱۲؍

مکتبہ برہان قرول باغ دہلی

© rasailojaraid.com